25

ہمارے مذہب کی امتیازی شان

(فرمودہ ۲۰ ر جولائی ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

ایک سوال ہے جو میرے نزدیک ہر مسلمان کے دل میں پیدا ہونا چاہیئے اور میں سمجھتا ہوں تمام سمجھ دار لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے گو ظاہر کو دیکھ کر مجھے افسوس کے ساتھ سمجھنا پڑتا ہے اور عقل اسی کی گواہی دیتی ہے کہ شاید سب کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا یا اگر پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کے حل کرنے کی جرأت نہیں کرتے یا اگر وہ حل کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو ان سے حل ہوتا نہیں اور جب ان سے حل نہیں ہوتا تو یہ جرأت نہیں رکھتے کہ دوسروں سے حل کرانے کے لئے ان سے پوچھیں۔ یا اگر ان سے حل ہو جاتا ہے تو اس کی تعمیل کرنے کی ان میں جرأت نہیں ہوتی۔ مگر یہ ایسا اہم سوال ہے کہ اس کے حل کئے بغیر درحقیقت ایک خدا کے ماننے والے اور ایک خدا کی پرستش کرنے والے کو سچی راحت نہیں مل سکتی اور کبھی اسے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس جس غرض کے لئے انسان مذہب کو قبول کرتا ہے۔ ساری دنیا سے جھگڑا مول لیتا ہے۔ جس غرض کے لئے کسی قسم کے فوائد قربان کرتا ہے یہ ان لوگوں کا ذکر نہیں جو مذہب کی چدر نام کے طور پر اپنے اوپر اوڑھ لیتے ہیں۔ بلکہ ان کا کہنا ہے جو مذہب کے لئے قسم قسم کی قربانیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ باوجود اس کے اس سوال کے حل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ سوال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ ہم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہے۔ میرے نزدیک ہر عقل مند کے دل میں یہ سوال پیدا ہونا چاہیئے کہ میں نے جو یہ مذہب قبول کیا ہے تو مجھ میں اور جس نے اسے قبول نہیں کیا اس میں کیا فرق ہے۔ مجھے اس سوال کے بارے میں ہندوؤں' یہودیوں' عیسائیوں اور سکھوں سے تعلق نہیں۔ بنی نوع انسان ہونے کے لحاظ سے تو سب میرے بھائی ہیں۔ مگر اس سوال کی وجہ سے ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ میرے دل میں یہ سوال اور طرز پر پیدا ہوگا اور ان کے دل میں اور طرز پر۔ میرے دل میں تو یہ سوال اس طرز پر پیدا ہوگا کہ ایک مسلمان اور ایک ہندو میں کیا فرق ہے۔ مگر ایک ہندو کے

دل میں یہ سوال پیدا ہوگا اور ہونا چاہیئے کہ ایک ہندو اور غیر مذہب والے میں کیا فرق ہے۔ اسی طرح ایک عیسائی کے دل میں یہ سوال پیدا ہونا چاہیئے کہ ایک عیسائی اور غیر عیسائی میں کیا فرق ہے۔ اسی طرح ہر مذہب والے کے دل میں یہ سوال اور رنگ میں پیدا ہونا چاہیئے مگر میں اسی رنگ کو لیتا ہوں جو مسلم کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ایک مسلم اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے ہم بحیثیت مسلمان اوروں سے جو قسم قسم کے جھگڑے کرتے ہیں۔ ابھی ملکانوں کی شدھی کا معاملہ ہے ہم جاکر ان سے ملتے اپنے مال خرچ کرتے اور ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ مرتد نہ ہوں اور اس کے لئے شدھی کرنے والوں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ کیوں کر رہے ہیں۔ کیا ملکانے اس حالت سے بدل گئے جس پر وہ پہلے تھے۔ کیا ان کی عقل شکل اور علم میں کچھ فرق آگیا۔ اگر نہیں تو ہم انہیں کیوں سمجھاتے اور اپنا روپیہ خرچ کر رہے ہیں یا اور لوگوں کو جو تبلیغ کرتے ہیں کبھی ماریں کھاتے ہیں کبھی مال کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں سے الگ ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں۔ اس کا موٹا جواب تو یہی ہے کہ لوگ اسلام قبول کرلیں اور مسلمان ہو جائیں مگر اس کے ساتھ معاً" یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونا چاہیئے کہ لوگ کیوں مسلمان ہو جائیں ہندو کیوں نہ رہیں یا کیوں ہندو ہو جائیں۔ تم میں کیا بات ہے اور تم کو کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ تمہارا مذہب قبول کر لیں اور کیوں تمہیں ہر قسم کی قربانی اس لئے کر دینی چاہیئے کہ لوگ مسلمان رہیں یا مسلمان بنیں۔ اس کے جواب مختلف رنگوں میں مختلف دئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا ہے۔ وہ بھی مان لیں۔ مگر میرے نزدیک یہ کوئی جواب نہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے میری تھیلی میں زیادہ روپیہ ہے کیونکہ مجھے مکہ سے ملی ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ لائے ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا لائے ہیں۔ ایک چٹھی رساں بہت شریف ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس سے کم۔ تو کیا جو زیادہ شریف ہو اس کی لائی ہوئی چٹھی زیادہ معزز ہوگی اس سے جو کم شریف چٹھی رساں لائے اور اس پر زیادہ فخر کیا جا سکتا ہے۔ نہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کسی چیز کا مل جانا شرف کی بات نہیں جب تک کہ وہ جو کچھ کہ ملا۔ اعلیٰ نہ ہو اور دوسروں کی نسبت بالا نہ ہو۔ شرف کا موجب تبھی ہو سکتا ہے جبکہ بالا ہو۔

پھر شاید کوئی کہے۔ چونکہ ہم خدا کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں اس لئے اوروں کو بھی مسلمان ہو کر خدا کی عبادت کرنی چاہیئے۔ مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ دوسرے مذاہب والے بھی اپنے اپنے رنگ میں عبادتیں کرتے ہیں اور ظاہری طور پر ان کی عبادتیں زیادہ مشکل اور مشقت طلب ہوتی ہیں۔

شاید کوئی کہے ہم صدقہ دیتے ہیں مگر یہ بھی جواب درست نہیں۔ اور مذاہب والے بھی بڑی بڑی خیراتیں کرتے ہیں۔ شاید کوئی کہے ہم خدا کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کتاب پر ایمان لانا تو کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اور مذاہب کے لوگ بھی اپنے اپنے نزدیک خدا کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ شاید کوئی کہے کہ وہ کتابیں تو منسوخ ہو گئی ہیں۔ بے شک وہ منسوخ ہو گئی ہیں مگر سوال تو یہ ہے کہ کیوں منسوخ ہوئیں۔ وہ بھی تو خدا کی طرف سے تھیں۔ غرض پھر وہی سوال سامنے آئے گا کہ ہمیں دوسروں پر کیا شرف اور کیا فضیلت حاصل ہے۔ عقلمند کہا کرتے ہیں اور سچی بات کہتے ہیں کہ کیوں کیا اور کس کا سوال یا تو انسان کو تھکا کر یا پاگل بنا کر بٹھا دیتا ہے۔ کوئی کہے یہ تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ زمین کس نے پیدا کی۔ جواب دیا جائے۔ خدا نے پھر پوچھے خدا کو کس نے بنایا۔ تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ تو فلسفی کہتے ہیں کہ کیوں اور کیا دھوکے کی طرف لے جانے والے سوال ہیں۔ مگر یہ درست نہیں کہ ہر کیوں اور ہر کیا پاگل بنا دیتا ہے اور غلطی کی طرف لے جاتا ہے۔ بلکہ وہ کیوں اور کیا ایسا کرتے ہیں جو انسان کے دائرہ عقل سے بالا ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی پوچھے۔ کھیت میں کیوں پانی ہے۔ ایک بچہ یہ سوال کرتا ہے۔ اس کا جواب اسے دینا چاہیئے کیونکہ بچہ کو یہ کہنا کہ "کیوں" نہ کہو۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ بچہ جاہل رہے۔ کھیت میں پانی ہونے کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کنوئیں یا نہر سے پانی ڈالا گیا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ بارش کا پانی ہے۔ اس پر اگر بچہ یہ سوال کرے کہ نہر کیوں چلائی گئی یا یہ کہ پانی کیوں ڈالا گیا ہے تو اس کا جواب نہ دینے پر بھی بچہ جاہل رہے گا۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر پانی نہ دیتے تو غلہ نہ پیدا ہوتا۔ اس پر اگر بچہ یہ سوال کرے کہ غلہ کیوں پیدا ہوتا ہے تو اس کا یہ جواب نہ دینے پر کہ غلہ سے انسان خوراک کھا کر زندہ رہتے ہیں تو اس بات سے بچہ جاہل رہے گا۔ پس ہمیں بچہ کو یہ بات بتانی پڑے گی۔ پھر بچہ کہہ سکتا ہے۔ کیا ضرورت ہے انسان کے زندہ رہنے کی۔ اس کا جواب بچہ کے لئے سمجھنا مشکل ہے کیونکہ جواب یا تو فلسفیانہ ہوگا یا مذہبی۔ اس کا جواب بچہ کو یہی دیا جا سکتا ہے کہ جب تمہیں چھپڑ پڑتی ہے تو کیوں روتے ہو۔ اسی طرح ہر شخص نہیں چاہتا کہ بھوکے رہنے کی تکلیف اٹھائے اور اس پر موت آئے۔ لیکن بڑے آدمی کو یہ جواب نہیں دے سکتے۔ اس کو علمی طور پر جواب دیا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ انسان کی پیدائش کی غرض کیا ہے۔ اس کی زندگی سے چونکہ اگلے جہاں کی ترقیاں وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لئے خدا نے ہر ایک انسان میں یہ خواہش پیدا کی ہے کہ زندہ رہ کر اگلے جہان کے لئے کچھ کما لے۔ تو بڑے اور سمجھ دار آدمی کو اس رنگ میں سمجھائیں گے۔ مگر بچہ کو جو جواب دیا جائے گا وہ حقیقی جواب نہیں ہوگا بلکہ ٹلانے والا ہوگا۔ لیکن بڑے آدمی کے سوال کا بھی دائرہ ایک حد پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً کہے کہ خدا نے یہ

خواہش انسان میں کیوں رکھی ہے۔ ہم کہیں گے خداتعالیٰ کی صفات اس کی مقتضی ہیں۔ پھر اگر کہے خدا کی صفات کیوں مقتضی ہیں تو ہم کہیں گے یہ ایسی ہستی کے متعلق سوال ہے کہ جس کی کنہ کو پانا ہمارا کام نہیں۔ صوفیا تو اس سے بھی آگے جائیں گے۔ مگر عام انسانوں کا دائرہ سوال اس جگہ ختم ہو جائے گا اور ہم اسے کہیں گے یہ خداتعالیٰ کی ذات کے متعلق سوال ہے اور خداتعالیٰ کی ذات کا احاطہ کرنا انسانی طاقت میں نہیں ہے۔ اسے مثالیں دیں گے اور سمجھائیں گے کہ جب تم دنیا کی چیزوں کی کنہ نہیں پا سکتے تو خداتعالیٰ کی کنہ کس طرح پا سکتے ہو اور اس کی ذات کا کس طرح احاطہ کر سکتے ہو۔ غرض ایک مقام پر اس سلسلہ سوال کو روکنا پڑے گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک حد تک کیوں چلے گا اور اس کا جواب دینا ضروری ہوگا۔ اگر بالکل روک دیا جائے گا تو لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ علم النفس والے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ بچہ اتنا کیوں اور کس طرح اور کیا۔ کیوں کہتا ہے اور جتنا بچہ اس لفظ کا استعمال کرتا ہے اتنا بڑا آدمی نہیں کرتا۔ اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہر اجنبی چیز کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ بڑوں کے لئے چونکہ اتنی چیزیں اجنبی نہیں ہوتیں جتنی بچوں کے لئے ہوتی ہیں۔ اس لئے بچوں کو کیوں اور کیا کے ذریعہ دریافت کرنی پڑتی ہیں۔ ایک مذہبی آدمی اس کا یہ جواب دے گا کہ یہ حس بچے میں خداتعالیٰ نے اس لئے رکھی ہے کہ وہ ترقی کرے۔ اگر بچپن میں بچہ اس طرح سوال نہ کرتا۔ تو بڑا ہو کر علوم میں ترقی نہ کر سکتا۔ غرض کیوں۔ کیا۔ کدھر۔ کس طرف۔ کیسا وغیرہ ایسے سوال ہیں جو انسانی فطرت میں رکھے گئے ہیں اور ان کا زور بچپن میں زیادہ ہوتا ہے یا پھر علم سیکھنے کے وقت اور یہ سوال انسانی ترقی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ کیوں کیوں کہتے ہو یہ درست نہیں ہے۔ بے شک کسی حد تک کیوں بھی ناجائز ہو جاتا ہے مگر ایک حد تک اس کا چلانا ضروری ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ ہم کیوں مسلمان بنیں میرے نزدیک اس کا کوئی اجمالی جواب دینا سوائے ایک جواب کے ممکن ہی نہیں۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ ہم مسلم اس لئے دوسروں سے بہتر ہیں کہ ہم مسلم ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لمبی تقریر کر سکتے ہیں کہ اسلام میں یہ خوبی ہے اور یہ فضیلت ہے لیکن مختصر اور صحیح جواب یہی ہے کہ ہم دوسرے مذاہب کے لوگوں سے اس لئے بہتر ہیں کہ ہم مسلم ہیں اور دوسرے مسلم نہیں ہیں۔ اس کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلم تو اپنا نام رکھ لیا گیا ہے اور صرف اپنا کوئی نام رکھ لینے سے انسان دوسروں سے اچھا ہو سکتا ہے۔ ہم نے صرف اپنا نام مسلم نہیں رکھا بلکہ جب ہم اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم خداتعالیٰ کے سارے حکموں کو مانتے ہیں اور دوسرے مذہب والے سارے حکموں کو نہیں مانتے۔ بے شک ایک غیر مسلم کہہ سکتا ہے کہ تم میں بھی خدا کے حکموں کو نہ ماننے والے موجود ہیں ہم کہیں گے بے شک مسلمان کہلانے والے بھی

ایسے ہیں لیکن اگر کوئی خداتعالیٰ کے سب حکموں کو مان سکتا ہے تو مسلم ہی مان سکتا ہے اور مسلم کے لئے ہی امکان ہے کہ مانے۔ مگر تمہارے متعلق امکان بھی نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ دو مسافر ایسے سفر پر جا رہے ہوں جہاں پانی نہ ملتا ہو۔ ان میں سے ایک کے پاس پانی ہے اور دوسرے کے پاس نہیں۔ جس کے پاس ہے وہ دوسرے سے کہے تم نے غلطی کی کہ پانی ساتھ نہیں لائے۔ وہ کہے اگر میں نہیں لایا تو تم بھی تو نہیں پی رہے۔ اس پر وہ کہہ سکتا ہے میرے پاس تو پانی موجود ہے جب ضرورت ہوگی پی لوں گا۔ مگر تم نہیں پی سکو گے۔ تو غیر مسلم کی اگر نیت بھی ہو کہ خدا کے سارے حکموں کو مانے تو غیر مسلم رہ کر خداتعالیٰ کا پورا پورا فرمانبردار نہیں بن سکتا۔ اور جو مسلم ہے وہ گو کہتا ہے کہ میں مسلم ہوں اور بعض دفعہ نہیں ہوتا۔ مگر مسلم ہو سکتا ہے اس لئے ایک مسلم اور غیر مسلم میں یہ فرق ہے پس مسلم کی یہ تعریف ہے کہ اپنے رب کا پورا پورا فرمانبردار اور مسلم کے سوا کسی اور کے لئے ممکن ہی نہیں کہ ایسا ہو کیونکہ تمام احکام کامل طور پر کسی مذہب میں ہیں ہی نہیں اور جب کامل احکام ہی نہیں ہیں تو خواہ کوئی کتنی محنت اور کتنی کوشش کرے۔ خداتعالیٰ کا فرمانبردار بننے میں ایک مسلم کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص کے گھر میں گھوڑا ہو اور دوسرے کے ہاں نہ ہو۔ یوں چلنے پھرنے میں تو دونوں برابر ہوں گے۔ مگر گھوڑے والے کو جب ضرورت ہوگی تو وہ گھوڑا لیکر چل سکتا ہے۔ مگر دوسرا اس کے برابر نہیں چل سکتا جب تک کسی سے گھوڑا مانگے نہیں۔ اسی طرح ایک غیر مسلم خداتعالیٰ کی فرمانبرداری کے رستہ پر مسلم کے برابر نہیں چل سکتا جب تک کہ مسلمان سے چلنے کا سامان مانگے نہیں۔ اور جب مانگے گا تو مسلمان ہوگا۔ یہ فرق ہے غیر مسلم اور مسلم میں۔ مگر یہ تو غیر کے سوال کا جواب ہے۔ تمہارے اپنے متعلق یہ سوال ہے کہ کیا تم مسلم ہو یا نہیں۔ کیا جب تم دوسروں سے اس لئے لڑتے ہو کہ ہم مسلم ہیں اور تمہیں دلائل کے ساتھ لڑنا چاہیئے اور لوگوں کو بتانا چاہیئے کہ اسلام سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونا چاہیئے کہ کیا واقع میں تم مسلم ہو۔ اگر مسلم نہیں ہو تو گو مانا کہ ہم مسلم ہیں۔ اس لئے دوسروں سے افضل ہیں۔ مگر نفس کہے گا کہ یہ سوال غلط طریق سے اٹھایا گیا ہے۔ یہ اس طرح نہیں کہنا چاہیئے تھا کہ ہم چونکہ مسلم ہیں اس لئے دوسروں سے افضل ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے تھا کہ اگر ہم مسلم ہیں تو دوسروں سے افضل ہیں کیونکہ مسلم کہلانا صرف دعویٰ ہے اور جب تک اس کا کوئی ثبوت نہ ہو اس وقت تک کوئی کس طرح افضل ہو سکتا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ طبیب علاج کرتے ہیں اور لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ مگر کیا ہر شخص جو اپنے آپ کو طبیب کہے اسے طبیب مان لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ایک طبیب جب قبرستان میں سے گذرتا تو اپنا منہ ڈھانک لیتا۔ کسی نے کہا لوگ تو زندوں سے شرم کرتے ہیں

اور آپ مُردوں سے کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں مُردوں سے اس لئے شرم کرتا ہوں کہ زندوں کو تو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ مگر مُردوں کو پہنچا ہے۔ یہ سب جو دفن شدہ ہیں میرے ہی علاج کا نتیجہ ہیں۔ تو کسی کے اپنے آپ کو طبیب کہنے سے وہ طبیب نہیں ہو جاتا بلکہ ایسا شخص جو طب نہ جانتا ہو اور اپنے آپ کو طبیب کہے وہ دھوکہ باز ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم مسلم ہیں اس لئے دوسروں سے افضل ہیں مگر وہ فی الواقعہ مسلم نہیں تو اس سے زیادہ دھوکہ باز کون ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے میں چونکہ اپنے آپ کو طبیب کہتا ہوں اس لئے مجھ سے علاج کرانا چاہیئے یا کوئی کہے میں چونکہ اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہوں اس لئے سب لوگوں کو میری رعایا بن جانا چاہیئے۔ یا کوئی کہے چونکہ میں کہتا ہوں فلاں جائداد مجھے پسند ہے۔ اس لئے مجھے دے دینی چاہیئے۔ ایسے شخص کو لوگ پاگل کہیں گے یا عقلمند۔ اپنے کہنے سے تو کوئی کچھ نہیں بن جاتا۔ اسی طرح ہم کہنے سے مسلم نہیں بن سکتے اور اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک مسلم نہیں۔ پس ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم غیر مذاہب کے لوگوں سے اس لئے افضل ہیں کہ ہم مسلم ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہم مسلم ہیں تو غیر مسلموں سے افضل ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم مسلم ہیں۔ اس سوال کے جواب پر ہماری تمام زندگی کی راحت اور آرام۔ کامیابی اور کامرانی کا انحصار ہے۔ اگر نفس کہتا ہے۔ ہاں تم مسلم ہو۔ اگر عقل کہتی ہے ہاں تم مسلم ہو۔ اگر تمہارے اعمال کہتے ہیں کہ بے شک تم مسلم ہو۔۔ تو ہم سے زیادہ خوش قسمت اور اطمینان کی حالت اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر نفس کہتا ہے کہ خاموش یہ تذکرہ ہی نہ چھیڑو۔ اگر اس سوال پر تمہارے اندر گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمہارا دل لرزنے لگ جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تھیٹر کے ایکٹر کو جس طرح بادشاہ بناتے ہیں اور وہ ایک لمحہ کے لئے خوش ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ گھر تو کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ یہ تماشا کر کے کچھ ملے گا تو کھائیں گے۔ یہی حالت تمہاری ہے اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو یاد رکھو ہم سے زیادہ بد قسمت دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسرا تو کوشش کر کے پہنچنا چاہتا ہے اور پہنچنے کا صحیح رستہ تلاش کرنے میں لگا ہوا ہے۔ مگر ہم مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور اگر کوشش کریں تو دوسرے کہیں گے تم میں اور ہم میں کوئی فرق نہ رہا۔ جیسی تمہاری حالت ہے ویسی ہی ہماری ہے۔

تو یہ سوال ہے جس کو حل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے مگر جیسا کہ میں نے بتایا افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جن کے دل میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر بہت سے لوگ ہیں کہ اگر ان کو پیدا ہوتا ہے تو اس کے حل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور انہیں پتہ ہی نہیں کہ مسلم کیا ہوتا ہے اگر وہ عمل کرنے کی کوشش کریں تب انہیں پتہ لگے کہ مسلم کیا ہوتا ہے دیکھو اگر کوئی

شخص مولوی کہلاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں کہ مولوی کیا ہوتا ہے تو لوگوں کے کہنے پر خوش ہوتا رہے گا۔ لیکن اگر اسے پتہ ہو کہ مولوی اسے کہتے ہیں جو قرآن اور حدیث سے واقف ہو۔ تو کسی کے مولوی کہنے پر اسے شرم آئے گی۔ اور اس کے نفس میں سوال پیدا ہو گا کہ مجھے ایسی واقفیت پیدا کرنی چاہیئے کہ میں مولوی کہلاسکوں۔ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ مسلم کیا ہوتا ہے۔ تو پھر اس کے حل کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوسکے گی۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں کو یہ توجہ نہیں پیدا ہوتی اور اگر پیدا ہوتی ہے تو حل نہیں کرتے اور اگر حل کرنا چاہتے ہیں تو بہت لوگ حل نہیں کرسکتے۔ اور جب حل نہیں کرسکتے تو ان میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ دوسروں سے پوچھیں اور اگر دوسروں سے پوچھنے کی جرأت کر بھی لیتے ہیں اور حل کر بھی لیتے ہیں تو ان میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ حل شدہ امر کے مطابق عمل کریں۔ ان کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں بدصورت انسان آئینہ نہیں دیکھتا۔ خوبصورت تو باربار دیکھتے رہتے ہیں کہ اگر کہیں کوئی داغ یا دھبہ لگ گیا ہو تو صاف کردیں۔ لیکن بدصورت سمجھتا ہے داغ اور دھبہ کا لگا رہنا اچھا ہے بہ نسبت اس تکلیف اور صدمہ کے جو مجھے اپنی بدصورتی دیکھنے سے ہو گا۔ اسی طرح جن لوگوں کا نفس بدصورت ہوتا ہے۔ وہ اس کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اور جن کا خوبصورت ہوتا ہے وہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو اپنے نفس کی بدصورتی کی وجہ سے اس کا مطالعہ نہیں کرتے وہ بتائیں کیا اگر پاخانہ کو ڈھانپ دیا جائے تو گند دور ہو جاتا ہے یا کبوتر اپنی آنکھیں بند کرلینے کی وجہ سے بلی کے حملہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ نہ گند دور ہوتا ہے نہ کبوتر محفوظ ہو سکتا ہے۔ وہ دھوکہ میں ہوتا ہے اور بلی اسے کھا جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی پاخانہ پر راکھ ڈالکر سمجھتا ہے کہ صاف ہو گیا تو وہ بھی دھوکہ میں ہے اور اس طرح اس کے گھر کے لوگ بیمار ہو جائیں گے۔ یا نجاست کپڑوں سے لگ کر انہیں خراب کردے گی اور عبادت خراب ہوگی۔ تو یہ جو سوال ہے کہ کیا ہم مسلم ہیں یہ بہت ضروری ہے مگر افسوس بہت سے لوگ اسے حل نہیں کرتے یا حل نہیں کرنا چاہتے یا کر نہیں سکتے۔ میں بہت لوگوں کو دیکھتا ہوں دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور ایسی قربانیاں کرتے ہیں جو قابل رشک ہوتی ہیں۔ بہت ہیں جو دین کے لئے تکالیف اٹھاتے ہیں اور اس قدر اٹھاتے ہیں کہ ان کے لئے دل کڑھتا ہے کہ کس طرح ان کی مدد کی جائے بہت ہیں جو دین کے لئے محنتیں کرتے ہیں اور پھر ان کی محنتوں کو دیکھ کر ان پر رشک آتا ہے مگر یہی لوگ بعض اوقات ذرا سے نفسانیت کے جوش میں آکر ساری خوشی اور راحت کو برباد کردیتے ہیں اور وہی حالت ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے بیان کی ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ جسے خوبصورت سمجھا گیا تھا وہ اندر سے نہایت ہی بدصورت ثابت ہوا اور

وہ جسے باہر عطر لگایا ہوا تھا اس کے اندر سے نجاست نکل رہی ہے۔ جیسے کسی شخص نے بہت اعلیٰ درجہ کا لباس سلا کر اس لئے رکھا ہو کہ عید پر یا شادی کے موقع پر پہنوں گا۔ لیکن جب وہ پہننے کے لئے نکالے تو معلوم ہو کہ چوہے نے کتر ڈالا ہے۔ بعینہٖ یہ کیفیت ہوجاتی ہے جب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مخلص دین کے لئے قربانی کرنے والا اسلام کے لئے اپنی جان کو ہلکان کرنے والا جو ہمارے لئے راحت اور مسرت کا موجب ہوتا ہے ذرا سی بات میں بھول جاتا ہے کہ میں مسلم ہوں اور مجھے خداتعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے نہ کہ اس اور اس حکم میں پڑنا چاہیئے۔ اس اور اس حکم میں تو ہندو' عیسائی' بدھ اور سکھ وغیرہ بھی خداتعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ پھر مجھ میں اور ان میں فرق ہی کیا رہا۔ فرق تو یہی ہے کہ مسلم سب احکام میں فرمانبرداری کرتا ہے اور وہ اس اور اس میں پڑے ہوتے ہیں۔ ایک مسلم اور ہندو میں ایک مسلم اور عیسائی میں ایک مسلم اور یہودی میں کیا فرق ہے۔ یہی کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم یہ مانیں گے وہ نہیں مانیں گے۔ مگر مسلم یہ اور وہ سب کو چھوڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں سب کچھ مانوں گا اگر یہی فرق مسلم اور غیر مسلم میں ہے۔ اگر یہی معیار مسلمان اور غیر مسلمان میں ہے تو پھر اگر کوئی شخص ہزار بات مانتا ہے مگر ایک نہیں مانتا تو اپنے ہاتھ سے اپنے اسلام پر چھری پھیرتا ہے کیونکہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ ۱۰۰ میں سے ۹۹ احکام مانو۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ ہزار میں سے ۹۹۹ مانو۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ لاکھ میں سے ۹۹۹۹۹ احکام مانو اور اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ کروڑ میں سے ۹۹۹۹۹۹۹ مانو بلکہ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ ہر ایک بات مانو اور اسلام اسی کا نام ہے کہ مسلمان کہلانے والا ہر ایک بات کو مانے۔ سوائے اس کے جو نفس کی کمزوری کی وجہ سے رہ جائے یعنی اگر کوئی چلتا چلتا گر جاتا اور اس طرح رہ جاتا ہے تو اور بات ہے لیکن اگر کوئی کہتا ہے کہ میرا نفس فلاں بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو وہ اسلام سے نکل جاتا ہے نفس کی کمزوری کی وجہ سے کسی حکم کی تعمیل نہ کرسکنے والا مسلم کہلا سکتا ہے مگر ظاہری اطاعت سے انکار کرنے والا اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز کا تارک کافر نہیں ہوتا۔ مگر نماز کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔

میں نے آپ لوگوں کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ اپنے نفسوں کی اصلاح کرو اور اگلی نسلوں کے لئے اپنا اعلیٰ نمونہ اور اسوہ حسنہ پیش کرو اور ایسا نمونہ نہ چھوڑو کہ جو ان کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

خشت اول چو نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھی جائے تو دیوار اوپر تک ٹیڑھی جائے گی۔ اگر آج تم پورا اور کامل نمونہ فرمانبرداری کا نہیں پیش کرو گے تو آئندہ آنے والوں کی حالت اور بھی خراب ہوگی اور اس طرح وہ

ساری کوششیں باطل ہو جائیں گی جو حضرت مسیح موعود نے لوگوں کی اصلاح کے لئے کی ہیں۔

پس اے دوستو! اور اے عزیزو! میری نصیحت ہے کہ جب مسلم اور غیر مسلم میں یہی فرق ہے کہ مسلم کامل فرمانبردار ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اس کے مطابق مسلم بنا کر دکھاؤ اور اپنے نفس کو مارو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ "میں" اڑ جائے اور تم مشین کے پرزوں کی طرح کام کرو۔ مگر میں کارکنوں کو بھی دیکھتا ہوں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے اور ان باتوں کو دین میں روک بنا دیتے ہیں۔

میں تو اپنے نفس کی حالت کو دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ میں تو بادشاہ کی اطاعت کے لئے بھی تیار نہیں اگر خدا تعالیٰ کا حکم نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے ایک چوہڑے کی اطاعت کرنا بھی میرے لئے ذرا بوجھل نہیں۔ آج اگر ہمارے دو آدمیوں میں کسی بات پر اختلاف پیدا ہو تو وہ ایسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب سے پیدا ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت مسائل میں اختلاف شروع ہو گیا تھا۔ مگر مجھے اس زمانہ کا ایک واقعہ یاد ہے۔ میں مدرسہ احمدیہ کا افسر تھا اور مولوی محمد علی صاحب صدر انجمن کے سیکرٹری تھے۔ ایک ایسی بات پیش آگئی جو ان کے اختیارات سے باہر تھی اور میرے لئے ہتک کا موجب تھی۔ یعنی مدرسہ کے ایک ملازم کو براہ راست انہوں نے کچھ لکھا اور اسے کہیں بھیج دیا۔ حضرت خلیفہ اول کو اس کے متعلق شکایت ہوئی۔ اس کے کام میں خرابی پیدا ہو گئی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے مولوی محمد علی صاحب کو لکھا کہ آپ کو میری توسط سے اس کے متعلق کارروائی کرنی چاہیئے تھی تاکہ میں اس کی بجائے پڑھائی کا کوئی اور انتظام کر دیتا۔ اس پر انہیں برا معلوم ہوا کیونکہ وہ خود مختاری کے عادی تھے اور اپنی رائے کے خلاف کسی کی بات نہ سن سکتے تھے۔ انہوں نے مجھے لکھا آپ کا یہ طریق غلط ہے۔ انہوں نے ناصحانہ رنگ میں لکھا گو انہیں اس کا حق نہ تھا۔ مجھے انجمن نے سیکرٹری مقرر کیا ہے۔ آپ کو میری اطاعت کرنی چاہیئے اس پر میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ قانون نے آپ کو جو اختیار دیا ہے اس کے ماتحت میں آپ کے ادنیٰ سے ادنیٰ حکم بھی ماننے کے لئے تیار ہوں مگر اس بارے میں سوال یہی ہے کہ یہ کارروائی آپ کی قانون کے ماتحت نہیں ہے۔ انجمن کی فرمانبرداری کا تو میں کبھی قائل نہیں تھا مگر خلیفہ وقت نے جو انتظام کیا ہے اس کو ہر حالت میں ماننے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ میں نے لکھا۔ اپنے اختیارات کے ماتحت آپ جو بھی حکم دیں۔ میں اسے ماننے کے لئے تیار ہوں اور باوجود اختلاف کے میں ان کی باتوں کو مانتا رہا۔

تو ہر ایک حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے نہ کہ جو دل چاہے مان لیا اور جو نہ چاہے اسے نہ مانا۔ کئی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر خلیفہ یہ بات کہدے تو مان لیں گے۔ مگر خلیفہ کی کیا حیثیت ہے تم میں سے علم، عقل، دولت اور فراست کے لحاظ سے خلیفہ سے بڑھ کر ہیں۔ پھر تم کیوں اس کی اطاعت کرتے ہو۔ اس لئے کہ خدا نے اسے مقرر کیا ہے۔ اور تم خدا کے لئے اطاعت کرتے ہو۔ پس جب

تم خدا کے لئے اطاعت کرتے ہو تو ہر اس شخص کی کرو جو خدا کے لئے کام کرتا ہے اور اپنے نفس کو بالکل مٹا دو۔ آپ لوگ اگر میرے کسی ہنر اور فن کی وجہ سے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں اور میں سچے طور پر کہتا ہوں کہ مجھے اپنے میں کوئی ایسا فن نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے لوگ میری اطاعت کریں اور ایسی کوئی چیز نہیں نظر آتی کہ اس جبہ کو اتار کر جو خلافت کا جبہ ہے اس چیز کے لئے کوئی ایک بھی میری اطاعت کرے۔ میری اطاعت محض اس لئے کی جاتی ہے کہ خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے اور آپ لوگ خدا کے لئے میری اطاعت کرتے ہیں۔ پس جب تم خدا تعالیٰ کے ایسے فرمانبردار ہو تو جو بھی خدا کے لئے کسی کام پر کھڑا ہوتا ہے اس کی اطاعت کرو اور خوب یاد رکھو کہ کامل اطاعت کے بغیر کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس تم اپنے نفسوں کو بھول جاؤ اور اطاعت مجسم بن جاؤ۔ تمہاری یہ حالت ہو کہ ایک وقت اگر کوئی گالیاں بھی دیتا ہے حتّٰی کہ جوتیاں بھی مارتا ہے مگر پھر اسلام کے لئے بلاتا ہے اور غلاموں سے بدتر سلوک کرتا ہے تو سب کچھ برداشت کرو اور اطاعت سے منہ نہ موڑو اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تم اسلام میں نہیں ہو۔

جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی تو ایک عیسائی بادشاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حضرت علیؓ پر حملہ کرنا چاہا اس کی خبر جب حضرت معاویہؓ کو ہوئی تو انہوں نے عیسائی بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو علی کی طرف سے تمہارے مقابلہ پر آئے گا۔ وہ معاویہ ہوگا۔ا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی ڈر گیا۔ اگر حضرت علیؓ اور معاویہ اتنی جنگ کے باوجود متفق ہو سکتے ہیں۔ تو تم میں کونسے ایسے لوگ ہیں جن میں اتنا بڑا جھگڑا ہے۔ تم میں کونسے دو کے درمیان اتنے حقوق کا جھگڑا ہے جتنے حقوق کا ان کے درمیان جھگڑا تھا۔ تم میں سے کونسے دو ایسے ہیں جن کے درمیان خون کی ایسی نہریں جاری ہیں جیسی ان کے درمیان تھیں۔ ان کے درمیان تو پیاروں کے خون اور ان کی ہڈیاں کھڑی کہہ رہی تھیں کہ نہ ملنا۔ مگر جب خدا کا سوال پیدا ہوا تو علی اور معاویہ میں کوئی اختلاف نہ رہا۔

اگر لوگ اس بات کو سمجھ لیں کہ دین کے معاملات میں آپس کے ہر قسم کے اختلافات کو دور کر دینا چاہیئے تو اول تو اختلاف پیدا ہی نہ ہوں اور اگر پیدا بھی ہوں تو ایسے ہوں جنہیں دین کے معاملہ میں چھپا سکیں۔ ہر اختلاف جو پیدا ہوتا ہے اس کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حکومت کی طرف رجوع کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی رجوع نہیں کرتا تو گویا معاف کر دیتا ہے اور معافی کے بعد اس کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے۔ لوگوں کو لوگوں سے تکلیفیں پہنچتی ہیں اور اعلیٰ درجہ کے لوگ بھی غلطیاں کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کے لئے سوال ہو تو متفق ہو جانا چاہیئے یہی وہ چیز ہے جو مسلم کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے تم مسلم بن سکتے ہو اور جب

خود مسلم بن جاؤ تبھی تمہارا حق ہے کہ دوسروں کو اسلام میں لاؤ۔
خدا تعالیٰ تم لوگوں کو سمجھ دے۔ اور حقیقی مسلم بننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(الفضل ۳۱ ر جولائی ۱۹۲۳ء)

ا۔ مجمع بحار الانوار جلد ا ص۲۶ زیر لفظ ارس